خدا ساتھ ہے

جناب نعیم صدیقی صاحب

خدا پر ایمان لانا اور اُس ایمان کے مطابق زندگی بسر کرنا، اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا اور اس کی وجہ سے پیش آنے والی مخالفتوں کو انگیز کرنا آسان کام نہیں۔ آدمی کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے قرآن اور حدیث میں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں کام کرنے والے بندوں کے ساتھ ہے اور اُن کو کشمکش کی حالت .... میں ڈال کر اُن سے الگ نہیں ہو جاتا اور کہیں دور نہیں چلا جاتا، بلکہ اُن کی ساری سرگرمیوں میں اُن کا ساتھی ہوتا ہے، اُن کے احوال کو بچشم خود دیکھتا ہے، اور اُس کے فرشتے بھی اُن کے اِردگرد سے اور اُن کے اُوپر سے سایہ افگن رہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو دعوتِ حق کا جو جواب قوم کی طرف سے ملا وہ بجائے خود غم انگیز تھا، اور پھر وقتاً فوقتاً جو جھڑپیں کی جاتی تھیں وہ اذیت کو بڑھا دیتی تھیں، اور آخر کار جب عذابِ طوفان کا مرحلہ قریب آگیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے خشکی پر کشتی بنانی شروع کی تو قوم کا تمسخر بڑھ گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے دل میں چاروں طرف سے نشتر چبھنے لگے۔ اِس حالت میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ فرمایا کہ ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ بِاَعْيُنِنَا یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے بناؤ، دوسرے لفظوں میں یہ محسوس کرو کہ ہم خود اس سارے کام کو دیکھ رہے ہیں۔ (ہود ۳۷ - مومنون ۲۷)

یہی اندازِ بیان حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے متعلق ملتا ہے۔ جبکہ اُن کو فرعون کی طرف دعوت پہنچانے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ۔ اِس پر دونوں حضرات نے اندیشہ ظاہر کیا۔ إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمارے ساتھ

زیادتی نہ کرے یا کہیں بپھر کر بالکل لوٹ ہی نہ پڑے۔ جواب دیا گیا لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی۔ یعنی ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں دیکھتا سنتا ہوا۔ یعنی کہیں دُور بیٹھا ہوا نہیں ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں۔

پھر یہی اندازِ گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں ہے۔ فرمایا: وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا۔ یعنی مشکل حالات اور مخالفتوں کے بالمقابل خدا کے حکم پر مضبوطی سے جمے رہو، جب کہ تم بالکل ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ یہ کلمہ خدا کی طرف سے بڑا حرفِ تسلی ہے کہ ہم محض تمہارے حالات کو جانتے ہی نہیں بلکہ براہِ راست نگرانی کر رہے ہیں۔ (النجم ۴۸)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خدا ہر کام میں اور ہر مجلس میں بندوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ مجالس نجویٰ (خفیہ مجلسوں) کے متعلق فرمایا کہ:

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا (مجادلہ ۷)	نجویٰ کرنے والے جب کبھی اکٹھے ہوتے ہیں تو اگر وہ تین ہوں تو چوتھا اللہ تعالےٰ ہوتا ہے۔ اور پانچ ہوں تو چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور (اسی طرح) اس سے زیادہ ہوں یا کم، وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔

دوسرے پہلو سے یہ فرمایا:

وَمَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْہُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیْکُمْ شُھُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ (یونس ۶۱)	اے نبیؐ! تم کسی بھی سرگرمی میں ہو، یا قرآن پڑھ کر سنا رہے ہوتے ہو، اور اسی طرح (اے مومنو!) تم کوئی سے عمل میں بھی مصروف ہوتے ہو تو ہم نگران یا گواہ ہوتے ہیں (یا حاضر و ناظر ہوتے ہیں)

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو کام بھی کیا جائے۔ خصوصاً خدا کی راہ میں، خدا کے دین کے لیے جو خدمت

بھی انجام دی جائے، خدا اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کا عینی گواہ ہوتا ہے۔ بات محض فرشتوں کی رپورٹوں تک محدود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ براہِ راست دلچسپی لیتا ہے۔

مسلم کی مشہور روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:۔

”جب کوئی گروہ (یا جماعت) خدا کے گھر (یا کسی مجلس ذکر و فکر) میں کتاب اللہ کو پڑھتی ہے اور اس کے درس و تدریس میں مصروف ہوتی ہے تو اُس پر خدا کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے، خدا کی رحمت اُس پر چھا جاتی ہے، فرشتے اُس کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ایسی مجلس کا ذکر ان فرشتوں میں کرتا ہے جو اس کی بارگاہ میں ہوتے ہیں۔“

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو پڑھنا پڑھانا یا اُس کے مطالب پر فکر و کاوش کرنا یا اُس پر عمل پیرا ہونے کی تدبیریں سوچنا یہ ایسی باتیں ہیں کہ جس مجلس یا ادارے میں ہو رہی ہوں، اُس پر خدا کی رحمت ہوتی ہے، اس پر سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتے چاروں طرف سے آ آ کر اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پسندیدگی کی وجہ سے ایسے کسی بھی حلقے کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے کہ دیکھو، میرے بندے مفاد و معاش کو چھوڑ کر صرف میری کتاب اور میرے ذکر کے لیے جمع ہیں۔

یہ حدیث بڑا حوصلہ دلاتی ہے۔ وہ چند افراد جو ایک خراب ماحول میں خدا اور اس کی کتاب اور اس کے دین کے لیے وقت نکال کر جمع ہوتے ہیں اور پھر دل سے دوسرے خیالات کو الگ کر کے خدا کے کام کی فکر کرتے ہیں وہ بے وقعت نہیں ہوتے، بلکہ خدا تعالیٰ اُن سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس کے فرشتے اُن کے اردگرد جمع ہوتے ہیں۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ ایک اور حدیث اسی مفہوم پر روشنی ڈالتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: کہ دن اور رات میں فرشتے باری باری تمہارے پاس آتے ہیں، جو فرشتے رات کے

وقت تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ (ملاء اعلیٰ کی طرف) واپس جاتے ہیں۔ اور پروردگار ان سے اپنے (ایماندار) بندوں کے متعلق پوچھتا ہے کہ تم نے انہیں کس حال میں چھوڑا ـــــ حالانکہ وہ خود زیادہ بہتر جانتا ہے ـــــ فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت وہ نماز میں تھے۔ اور جب ہم گئے تھے تو اس وقت بھی انہیں عالمتِ نماز میں دیکھا تھا۔

دوسری روایات کی مدد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسانی آبادیوں میں فرشتوں کے گروہوں کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں۔ ایک ڈیوٹی رات کی ہوتی ہے جس کے لیے نمازِ عصر کے وقت فرشتے آجاتے ہیں اور نمازِ صبح کے وقت واپس جاتے ہیں، اس وقت نئے گروہ دن کی ڈیوٹی سنبھال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے اپنے بندوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے سوال نہیں کرتا بلکہ اُن کی گواہی لے کر اُن کے سامنے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتا ہے کہ جب تم ڈیوٹی پر گئے تو بھی میرے ایماندار بندے نماز میں تھے۔ اور جب تم واپس آئے تو بھی نماز میں تھے۔ دُنیا کی مصروفیات اور آرام اور تفریحات کو چھوڑ کر بندوں کا نماز کے لیے حاضری دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اس سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ محض فرشتوں کے ذریعے ہی بندوں کے اعمال کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود دیکھتا سُنتا ہے اور اُن کی دینی مشغولیتوں اور سرگرمیوں سے دلچسپی لیتا ہے۔

آخر میں ایک حدیث اور!

یہ حدیث قدسی بھی حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ ہے۔ انہوں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ۔ میں نے نماز کو اپنے بندوں اور اپنے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا اُس نے سوال کیا۔ بندہ جب کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ پھر وہ جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثناء

بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو خدا فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ پھر بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو خدا فرماتا ہے کہ یہ بات میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ یعنی اس میں ایک طرح کا عہد و پیمان ہے۔ مگر اس میں خدائے واحد کی عبادت کرنے کے لیے خدا سے استعانت بھی چاہی گئی ہے۔ لہٰذا ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے نے جس مقصد کے لیے سوال کیا وہ اُسے عطا کیا گیا۔ پھر جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہاں سارا حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ کچھ حاصل ہوا جس کے لیے اُس نے سوال کیا۔

اس حدیث سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ نماز بندے اور خدا کے درمیان ایک ایسا رابطہ ہے جس میں بندہ خدا سے کلام کرتا ہے اور خدا کی طرف سے اس کے کلام پر جواب ملتا ہے۔ یہ جواب ہم اگر ظاہری کانوں سے سن نہیں سکتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے تو یہ جان سکتے ہیں کہ اس طرح ایک ایک کلمہ پر خدا کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے۔

نماز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان جس طرح تقسیم کیا ہے، اس کا نمونہ سورۂ فاتحہ کو سامنے رکھ کر دیا گیا ہے۔ یہی حالت ساری نماز کی ہے۔ سورۂ فاتحہ کی تقسیم حدیث کے مطابق یوں ہوتی ہے کہ اَلْحَمْدُ سے لے کر يَوْمِ الدِّيْنِ تک کے کلمات اللہ کی شان بیان کرتے ہیں لہٰذا یہ حصہ اللہ کے لیے ہوا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ خدا اور بندے کے درمیان مشترک ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ سے لے کر الضَّآلِّيْنَ تک کی پوری دعا کا ماحصل بندے کے لیے ہے۔ یہ تصور کتنا ہمت افزا ہے کہ خدا تعالیٰ نماز کے دوران میں ہمارے کلمات کا ایک ایک کر کے خود جواب دیتا ہے اور ہم سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔

بندوں سے خدا کے ربط کا جو تصور اسلام نے دلایا ہے اس سے ایمان کی راہ میں کام کرنے والوں کی ہمت بلند ہوتی ہے اور وہ مشکلات اور مزاحمتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مضبوط جذبہ حاصل کر لیتے ہیں۔